سوال

(36)باپ کی ممانعت کی صورت میں کسی دوسرے کو ولی بنا کر بیوہ کا نکاح کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک عورت بیوہ ہے اور اپنا نکاح کرانا چاہتی ہے، لیکن عورت مذکورہ کا باپ کچھ تو اس وجہ سے کہ حسب رواج جہالت قدیمہ بیوہ کے نکاح کو برا جانتا اور توہین سمجھتا ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ وہ خود تو بددین ہے، توحید و سنت والوں کو وہابی وغیرہ کہتا ہے اور اس امر پر ہرگز راضی نہیں ہے کہ اس کی دختر ایسے آدمی سے نکاح کرے، اور عورت مذکورہ بدعت شرک وغیرہ سے تائب ہوگئی ہے اور نماز کی پابند ہے، اور یوں چاہتی ہے کہ کسی دین دار آدمی سے نکاح ہو جائے، تو اس صورت میں شریعتِ اسلام یہاں اجازت دیتی ہے یا نہیں کہ عورت مذکورہ اپنی قرابت میں کسی اور آدمی کو اپنے نکاح کا ولی بنا کر کسی دین دار شخص سے اپنا نکاح پڑھوالے، اور باپ کے ڈر سے اعلان عام نہ ہوسکے، اور ایسے جلسے میں نکاح ہو جس میں ایک مرد حاضر ہے جو کہ بیوہ مذکورہ کا داماد بھی اور خالہ کا بیٹا بھی ہے، اور اسی کو عورت نے اپنے نکاح کا ولی بنایا، اور قاضی بھی، اور دو عورتیں حاضر ہیں، تو ایسا نکاح شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ (یوسف: ۴۰) ’’حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے۔‘‘

معلوم کرنا چاہیے کہ درصورت مذکورہ سوال شریعتِ اسلام اجازت دیتی ہے کہ عورت مذکورہ اپنی قرابت مندسے ایک مرد صالح اپنے نکاح کا ولی بنا کر کے دین دار شخص سے اپنا نکاح پڑھوالے اور ایسا نکاح جو سوال مذکورہ ہے، شرعاً صحیح و سنت ہے۔ تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے۔

شرط إذن الولی فی النکاح (نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہے) میں تین مذہب ہیں:

اول مذہب احناف کا ہے، مسلک ان کا یہ ہے کہ ولی کی صحت نکاح کے لیے شرط نہیں ہے، عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو، بلکہ عورت خود اپنا نکاح بلا اذن ولی کے کر سکتی ہے، مگر یہ مسلک بالکل ضعیف ہے اور ادلہ صحیحہ اس کے خلاف پر قائم ہیں۔

دوسرا مسلک امام شافعی اور امام احمد و اکثر محدثین ہے کہ اذن ولی صحتِ نکاح کے لیے شرط ہے اور عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو، عورت کو اختیار نہیں کہ بغیر ولایت کے اپنا نکاح کسی سے کرے۔

قال اللہ تبارک و تعالی: وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ (النور: ۳۲)

''تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح کے ہوں، ان کا نکاح کردو۔''

پس یہاں پر خطاب ہے اولیاء کو، کہ تم بے خاوند والی عورتوں کا نکاح کردو۔

''وعن أبي بردة بن أبي موسى عن أبيه قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((لانكاح إلا بولي)) رواه الإمام أحمد وأصحاب السنن الأربعة، وصححه علي بن المديني وعبدالرحمن بن مهدي والترمذي والبيهقي وغير واحد من الحفاظ، ورواه أبويعلى الموصلي في مسنده عن جابر مرفوعاً، قال الحافظ الضياء: رجاله كلهم ثقات، وقال الحاكم: وقد صحت الرواية فيه عن أزواج النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشة وأم سلمة وزينب بنت جحش قال: وفي الباب عن علي وابن عباس، ثم سرد ثلاثين صحابيا، والحديث دل على أنه لايصح النكاح إلا بولي'' كذا في سبل السلام شرح بلوغ المرام۔ (سبل السلام ۱ / ۱۴۷)

''ابوبردہ بن ابوموسیٰ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے۔ اس کی روایت امام احمد اور سنن اربعہ کے اصحاب نے کی ہے اور علی بن مدینی، عبدالرحمان بن مہدی، ترمذی، بیہقی اور متعدد حفاظ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ابویعلی موصلی نے اپنی مسند میں جابر کے واسطے سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حافظ ضیا نے کہا ہے کہ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں اور حاکم نے کہا ہے کہ اس سلسلے میں صحیح روایت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج عائشہ، ام سلمہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن کے واسطے سے ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس باب میں علی اور ابن عباس کے واسطے بھی روایت ہے۔ اس کے راوی تیس سے بھی زائد صحابیات ہیں۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا ہے۔ ایسا ہی بلوغ المرام کی شرح سبل السلام میں ہے۔''

مسلک سوم داود ظاہری کا ہے کہ عورت ثیبہ کے لئے شرط اذن ولی نہیں ہے، بلکہ ثیبہ خود بلا اذنِ ولی کے نکاح کرسکتی ہے، اور باکرہ کا نکاح بغیر ولایتِ ولی کے جائز نہیں ہے اور اس کو کچھ اختیار نہیں۔ لحديث ابن عباس رضی اللہ عنہما أن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ((الثيب أحق بنفسها من وليها والبكر تستأمر، وإذنها سكوتها)) رواه مسلم، وفي لفظ من رواية ابن عباس: ((ليس للولي مع الثيب أمر، واليتيمة تستأمر)) رواه أبوداود والنسائي، وصححه ابن حبان۔ (صحيح مسلم (۱۴۲۱) سنن أبي داود (۲۱۰۰) سنن النسائی (۲۶۶۰) صحيح ابن حبان ۹ / ۳۹۴)

''ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنیاد پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شوہر دیدہ (ثیبہ) اپنے ولی کے مقابلے میں بنفس نفیس زیادہ حق دار ہے اور دوشیزہ سے اجازت چاہی جائے گی اور اس کی اجازت اس کا سکوت ہوگا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔ ابن عباس کی ایک روایت میں ایک لفظ ہے کہ ثیب کے معاملے میں ولی کو کوئی اختیار نہیں اور یتیمہ سے اجازت چاہی جائے گی۔ اس کی روایت ابوداود اور نسائی نے کی ہے اور ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔''

وقال النووي في شرح مسلم: ''واختلف العلماء في اشتراط الولي في صحة النكاح، فقال مالك والشافعي: يشترط، ولا يصح النكاح إلا بولي، في تزويج البكر دون الثيب'' انتهى (شرح النووي ۹ / ۲۰۵)

''امام نووی نے مسلم کی شرح میں کہا ہے کہ نکاح کی صحت میں ولی شرط ہے اور بغیر ولی کے ثیبہ کے علاوہ باکرہ کا نکاح درست نہیں ہوگا۔ ختم شد''

اور ''رحمة الأمة في اختلاف الأئمة'' میں ہے:

''ولا يصح النكاح عند الشافعي وأحمد إلا بولي ذكر، وقال أبوحنيفة: للمرأة أن تزوج بنفسها، وقال داود: إن كانت بكرا لم يصح نكاحها بغير ولي، وإن كانت ثيبا صح'' انتهى

''اور شافعی اور احمد کے نزدیک مرد ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا ہے اور ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ عورت کو اختیار ہے کہ اپنا نکاح خود کرلے۔ داود نے کہا ہے کہ اگر وہ باکرہ ہے تو ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوگا اور اگر ثیبہ ہے تو درست ہوگا۔ ختم شد''

پس مسلک اول تو ضعیف ہے، و مسلک ثانی وثالث کی صحت پر ادلہ قویہ قائم ہیں۔

''ويميل خاطري إلى المسلك الثالث۔''

''میرا دل تیسرے مسلک کی طرف مائل ہوتا ہے۔''

پس بنا بریں مسلک ثالث کے اس عورت ثیبہ کو اختیار ہے کہ بغیر اذن اپنے باپ کے جس سے چاہے نکاح کرے اور بنا بر مسلک ثانی کے بھی وہ عورت کسی کو اپنے نکاح کا ولی بنا کر نکاح کر سکتی ہے۔ کیونکہ صورت مذکورہ سوال سے ظاہر ہے کہ باپ اس کا فاسق ہے اور ولی کا عادل ہونا امام شافعی و امام احمد کے نزدیک ضرور ہے۔ پس فاسق کی ولایت جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے باپ کی ولایت دوسری طرف منتقل ہو جائے گی۔

کتاب مسند الشافعی میں ہے :

''أخبرنا مسلم بن خالد وسعید عن عبداللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن جبیر و مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال : لانکاح إلا بشاهدي عدل وولی مرشد'' انتهى (مسند الشافعی ١ ٣٦٠)

''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کوئی نکاح نہیں ہے مگر دو عادل گواہوں اور ایک ولی مرشد کے ساتھ۔ ختم شد''

اور ''مغنی المحتاج شرح المنهاج''للشیخ الخطیب الشربینی الشافعی میں ہے :

''ولاولایة لفاسق علی المذهب، لمن تنتقل الولایة للأبعد، لحدیث ((لانکاح إلا بولی مرشد)) رواه الشافعی فی مسنده بسند صحیح، وقال الإمام أحمد : إنه أصح شیء فی الباب، ونقل عن الشافعی فی البویطی أنه قال : المراد بالمرشد فی الحدیث العدل'' انتهى (مغنی المحتاج للشربینی ٣ ١٥٥)

''راجح مذہب کے مطابق کسی فاسق کو ولایت کا حق حاصل نہیں ہے، بلکہ ایسی صورت میں ولایت دور کے رشتے دار کو منتقل ہو جائے گی۔ اس حدیث کی بنیاد پر کہ ولی مرشد (نیک ولی) کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔ اس کی روایت شافعی نے اپنی مسند میں سند صحیح سے کی ہے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ اس باب میں یہ سب سے صحیح چیز ہے۔ بویطی میں شافعی کے واسطے سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا کہ مرشد سے مراد حدیث میں عدل ہے۔ ختم شد''

اور کتاب ''کشاف القناع شرح الإقناع''للشیخ منصور بن إدریس الحنبلی میں ہے :

''ویشترط فی الولی سبعة شروط : أحدها : حریته، والثانی : ذکوریته، والثالث : اتفاق دین، والرابع : بلوغ، والخامس : عقل، والسادس : عدالة، لما روي عن ابن عباس : لانکاح إلا بشاهدي عدل وولی مرشد۔ قال أحمد : أصح شیء فی هذا قول ابن عباس، وروي عنه مرفوعا : ((لانکاح إلا بولی وشاهدي عدل، وأیما امرأة أنکحها ولی مسخوط علیه فنکاحها باطل)) ولأنها ولایة نظریة فلا یستبد بها الفاسق، ولو کان الولی عدلا وظاهرا فیکفی مستور الحال، لأن اشتراط العدالة ظاهراً وباطناً حرج ومشقة'' انتهى (کشاف القناع ٥ ٥٣)

''ولی کے لیے سات شرطیں ہیں : پہلی یہ کہ وہ آزاد ہو، دوسری یہ کہ وہ مرد ہو، تیسری یہ کہ دین ایک ہو، چوتھی یہ کہ وہ بالغ ہو، پانچویں یہ کہ وہ عقل و خرد کا مالک ہو اور چھٹی یہ کہ وہ عدل ہو۔ ابن عباس کی روایت کی بنیاد پر کہ نکاح درست نہیں ہے مگر دو عادل گواہوں اور ایک نیک ولی کے ساتھ۔ احمد نے کہا ہے کہ اس سلسلے میں ابن عباس کا قول سب سے درست ہے اور ان سے مرفوعاً مروی ہے کہ بغیر ولی اور دو عادل گواہوں کے نکاح درست نہیں ہے اور جس کسی عورت کا نکاح ناپسندیدہ ولی نے کرادیا تو اس کا نکاح باطل ہے، کیونکہ یہ نظری ولایت ہے، فاسق اس کا انفراداً مالک نہیں بن سکتا۔ اگر ولی بہ ظاہر عادل ہے تو یہ کافی ہے، کیونکہ ظاہر و باطن دونوں کی عدالت کی شرط میں مشقت اور حرج ہے۔ ختم شد''

اور ایسا ہی ہے کتاب ''شرح منتهی الإرادات فی الفقه الحنبلی'' میں :

وفی سبل السلام : ''أخرج الطبرانی فی الأوسط بإسناد حسن عن ابن عباس بلفظ : لانکاح إلا بولی مرشد أو سلطان'' انتهى (سبل السلام ٣ ١١٨)

''اور سبل السلام میں ہے کہ طبرانی نے اوسط میں ابن عباس کے واسطے سے حسن سند کے ساتھ تخریج کی ہے کہ نکاح بغیر ولی مرشد یا سلطان کے درست نہیں ہے۔ ختم شد''

اور ''تلخیص الحبیر'' میں ہے :

''حدیث ابن عباس ''لا نکاح الا بولی مرشد وشاھدي عدل'' أخرجه الشافعي والبیھقي من طریق ابن حثیم عن سعید بن جبیر عنه موقوفا، وقال البیھقي بعد أن رواہ من طریق آخر عن ابن حثیم بسندہ مرفوعا بلفظ: لا نکاح الا باذن ولی مرشد وسلطان۔ قال: المحفوظ الموقوف، ثم رواہ من طریق الثوري عن ابن خثیم به، ومن طریق ابن الفضل عن ابن خثیم بسندہ مرفوعا بلفظ: لا نکاح الا بولی وشاھدي عدل، فإن أنکحھا ولی مسخوط علیه فنکاحھا باطل، وعدي ضعیف'' انتھی (تلخیص الحبیر ۳ ۳۵۲)

''صالح ولی اور دو عادل گواہوں کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔ اس کی تخریج شافعی اور بیہقی نے ابن خثیم کے طریق سے انھوں نے سعید بن جبیر کے واسطے سے موقوفاً کی ہے۔ بیہقی نے کہا ہے اس کو دوسرے طریق سے روایت کرنے کے بعد ابن خثیم کے واسطے سے اسی سند کے ساتھ مرفوعاً ان الفاظ میں کہ نکاح بغیر ولی مرشد اور سلطان کے درست نہیں ہے۔ اور کہا ہے کہ محفوظ موقوف ہے۔ پھر اس کو روایت کیا ہے ثوری کے طریق سے ابن خثیم کے واسطے سے اور ابن الفضل کے طریق سے ابن خثیم کے واسطے سے سند مرفوع کے ساتھ ان الفاظ میں: نکاح ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر درست نہیں ہے۔ اگر عورت کے ناراض ولی نے اس کا نکاح اپنی مرضی سے کر دیا ہے تو اس کا نکاح باطل ہوگا اور عدی ضعیف ہیں۔ ختم شد''

اور ''رحمۃ الأمۃ'' میں ہے:

''ولا ولایۃ للفاسق عند الشافعي وأحمد، وقال أبو حنیفة ومالک: الفسق لا یمنع الولایۃ'' انتھی

''امام شافعی اور احمد کے نزدیک فاسق کی ولایت درست نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ اور مالک کہتے ہیں کہ فسق ولایت میں رکاوٹ نہیں۔''

اور اگر فاسق کی ولایت علی رائی بعض الائمہ تسلیم بھی کر لی جاوے تب بھی ولایت اس عورت کی باپ سے منتقل ہو جائے گی، کیونکہ باپ اس عورت کا باعث فسق اپنے کے عاضل ہے، یعنی مانع نکاح ثانی سے ہے اور اس کو برا سمجھتا ہے اور عورت کو ضرورت نکاح کرنے کی ہے، پس اس صورت میں اگر کوئی دوسرا ولی بعید بھی موجود نہ ہو، اگر موجود بھی ہو مگر وہ بھی اجازت نہیں دیتا تو اب وہ عورت ایک مرد دین دار کو اپنا ولی قرار دے کر بہ ولایت اس رجل صالح کے اپنا نکاح کر لے۔

''عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت: قال رسول اللہ ﷺ: أیما امرأۃ نکحت بغیر إذن ولیھا فنکاحھا باطل، فإن اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی لھا'' أخرجه الأربعة إلا النسائی، وصححه أبو عوانة وابن حبان والحاکم، کذا فی بلوغ المرام۔'' (سنن أبي داود، رقم الحدیث ۲۰۸۳، سنن الترمذي، رقم الحدیث ۱۱۰۲، سنن ابن ماجه ۱۸۷۹)

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ اگر یہ آپس میں جھگڑ پڑیں تو سلطان اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں۔ چاروں نے اس کی تخریج کی ہے سوائے نسائی کے اور ابو عوانہ، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ایسا ہی ''بلوغ المرام'' میں ہے۔''

''وقال فی سبل السلام: '' قال ابن کثیر: وصححه یحیی بن معین من الحفاظ، والمراد بالاشتجار منع الأولیاء من العقد علیھا، وھذا ھو العضل، به تنتقل إلی السلطان إن عضل الأقرب، قیل: لم تنتقل إلی الأبعد، وانتقالھا إلی السلطان مبنی علی منع الأقرب والأبعد، وھو یحتمل أن السلطان ولی من لا ولی لھا لعدمه، أو لمنعه، ومثلھا غیبة الولی، ثم المراد بالسلطان من إلیه الأمر'' انتھی (سبل السلام ۳ ۱۱۸)

''(سبل السلام) میں کہا ہے کہ ابن کثیر نے کہا: یحییٰ بن معین جو حفاظ میں سے ہیں، انھوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اشتجار (جھگڑا) سے مراد اولیا کا اس عورت کا نکاح کرنے سے انکار کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ (ولایت) دور کے اولیا کے پاس منتقل ہو جائے گی اور اس کی ولایت سلطان کے پاس اس وقت منتقل ہوگی جب کہ قریب اور دور کے رشتے دار ولایت قبول کرنے سے انکار کر دیں۔ یہی مطلب ہے (اس حدیث کا) کہ سلطان اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں۔ ولی کے نہ ہونے کی صورت میں یا اس کے انکار کرنے کی صورت میں۔ اس کی مثال ولی کے غائب ہونے جیسی ہے۔ پھر سلطان سے مراد وہ ہے جو امور کا نگران ہو۔''

اور موطا امام مالک میں ہے:

''عن سعيد بن المسيب أنه قال : قال عمر بن الخطاب : لا تنكح المرأة إلا بإذن وليها أو ذي الرأي أو السلطان'' انتهى (موطأ الإمام مالک ۲ ۵۲۵)

''سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا : عورت کا نکاح اس کے ولی یا صاحبِ رائے یا سلطان کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جائے گا۔ ختم شد''

وقال الزرقاني في شرح الموطأ : '' قال أبو عمر : اختلف أصحابنا في قول عمر هذا ، فقال بعضهم : كل واحد من هؤلاء يجوز إنكاحه إذا أصاب وجه النكاح من الكفو والصلاح ۔ وقال آخرون : على الترتيب لا التخيير'' انتهى (شرح الزرقاني ۳ ۱۶۵)

''اور زرقانی نے موطا کی شرح میں کہا ہے : ابو عمر نے کہا کہ ہمارے اصحاب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے درست قرار دیا ہے کہ وہ اس کا نکاح کرا دے ، جب وہ نکاح میں ہمسری اور بھلائی کی صورت کا خیال رکھ رہا ہو۔ ختم شد''

اور ''مغنی المحتاج شرح المنهاج'' میں ہے :

''أو عدم الولي والحاكم فولت مع خاطبها أمرها رجلا مجتهداً ، ليزوجها منه صح ، لأنه محكم ، والمحكم كالحكم ، وكذا لو ولت عدلا صح على المختار ، وإن لم يكن مجتهدا ، لشدة الحاجة إلى ذلك ۔ قال في المهمات : ولا يختص ذلك بفقد الحاكم ، بل يجوز مع وجوده سفراً أو حضراً ، بناءً على الصحيح في جواز التحكيم ۔'' انتهى (مغني المحتاج ۳ ۱۴۷)

''یا ولی اور حاکم کی عدم موجودگی میں اس کی ولایت کسی مجتہد شخص کی طرف منتقل ہو جائے گی جو اس کے پیغام نکاح دینے والے کے ساتھ اس کی شادی کر دے تو یہ شادی درست ہوگی۔ کیونکہ وہ محکم ہے اور محکم حاکم کی طرح ہوتا ہے۔ اسی طریقے سے اگر کوئی عادل ولی ہو جاتا ہے تو بھی صحیح بات یہ ہے کہ یہ نکاح درست ہوگا ، اگرچہ وہ مجتہد نہ ہو ، اس بنا پر کہ نکاح کی شدید حاجت ہوتی ہے۔ انھوں نے ''المھمات'' میں کہا کہ حاکم کی عدم موجودگی سے اسے مختص نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی موجودگی ہی میں سفر و حضر کی حالت میں جائز ہوگا۔ ختم شد''

اور بھی ''مغنی المحتاج'' میں ہے :

''وكذا يزوج السلطان إذا عضل النسيب القريب ، وإنما يحصل العضل من الولي إذا دعت بالغة عاقلة إلى كفو ، وامتنع الولي من تزويجه لأنه إنما يجب عليه تزويجها من كفو'' انتهى (مغني المحتاج ۳ ۱۵۳)

''اور اسی طرح سے سلطان شادی کرا سکتا ہے جب کہ قریبی نسب والا کنارہ کش ہو جائے ، عضل یعنی کنارہ کشی ولایت سے اس وقت سمجھی جائے گی جبکہ بالغہ عاقلہ عورت کفو کا مطالبہ کرے اور ولی اس کی شادی کرانے سے گریزاں ہو ، کیونکہ کفو میں اس کی شادی کرانا واجب ہے۔ ختم شد''

اور ''کشاف القناع'' میں ہے :

'' فإن عدم الولي مطلقاً بأن لم يوجد أحد ، أو عضل وليها ، ولم يوجد غيره ، زوجها ذو سلطان في ذلك المكان ، كوالي البلد أو كبيره أو أمير القافلة ونحوه ، لأن له سلطة ، فإن تعذر ذو سلطان في ذلك المكان زوجها عدل بإذنها'' انتهى (کشاف القناع ۵ ۵۲)

''پس بے شک ولی کا مطلق عدم وجود یا اس کے ولی کا کنارہ کش ہو جانا اور اس کے علاوہ کسی کے نہ پائے جانے کی صورت میں اس علاقے کا سلطان اس کی شادی کرا سکتا ہے ، جیسے شہر کا والی یا شہر کا کوئی بڑا شخص یا امیر قافلہ وغیرہ ، کیونکہ وہ صاحب اقتدار ہے۔ پس اگر اس علاقے کا صاحب اقتدار شخص معذرت کرے تو اس کی شادی اس کی بستی کا کوئی عادل شخص کرا سکتا ہے۔ ختم شد''

اور ''شرح منتهى الإرادات''میں ہے :

''فإن عدم الكل أي عصبة النسب والولاء والسلطان ونائبه من المحل الذي به الحرة، زوجها ذو سلطان في مكانها، كعضل أوليائها مع عدم إمام ونائبه في مكانه، والعضل الامتناع من تزويجها ...، واشتراط الولي في هذه الحال يمنع النكاح بالكلية'' انتهى كلامه (شرح منتهى الإرادات ۲/ ۶۳۹)

''پس اگر کوئی بھی نہ ہو، یعنی کوئی قریبی نسبی رشتے دار ولی، اس علاقے کا سلطان اور اس کا نائب جہاں کہ وہ آزاد عورت رہتی ہے، تو اس کی شادی اس کے علاقے کا کوئی صاحب اقتدار شخص کراسکتا ہے، جیسے کہ اس کے اولیا کا انکار کردینا، امام کا نہ پایا جانا یا اس کے نائب کا موجود نہ ہونا۔ عضل شادی کرانے سے رک جانے کو کہتے ہیں اور اس حال میں ولی کی شرط نکاح کو بالکلیہ روک دیتی ہے۔ کلام ختم ہوا۔''

اور ''رحمة الأمة''میں ہے :

''فإن كانت المرأة في موضع ليس فيه حاكم، ولا ولي، فوجهان : أحدهما تزوج نفسها، والثاني : أنها ترد أمرها إلى رجل من المسلمين يزوجها'' انتهى

''پس اگر عورت ایسی جگہ میں ہے جہاں حاکم ہے نہ ولی، تو دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ اپنی شادی خود کرلے اور دوسری یہ کہ اپنا معاملہ مسلمانوں میں سے کسی کے سپرد کردے جو اس کی شادی کرادے۔ ختم شد''

اب رہا یہ امر کہ نکاح میں شہادت عورت کی جائز ہے یا نہیں اور ایک و دو عورت اس کے لیے کافی ہیں یا نہیں؟ پس شافعی و امام احمد کے نزدیک شہادت عورتوں کی نکاح میں جائز نہیں ہے۔

''کشاف القناع في فقه الحنابلة''میں ہے :

''الشرط الرابع : الشهادة على النكاح، فلا ينعقد النكاح إلا بشاهدين مسلمين عدلين ذكرين، لما روى أبو عبيد في الأموال عن الزهري أنه قال : مضت السنة أن لا يجوز شهادة النساء في الحدود، ولا في النكاح، ولا في الطلاق'' انتهى (كشاف القناع ۵/ ۶۵)

''چوتھی شرط نکاح کی گواہی ہے۔ نکاح دو مسلمان عادل مرد گواہوں کے بغیر منعقد نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ ابو عبیدہ نے ''الأموال''میں زہری کے واسطے سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ سنت جاری ہے کہ عورتوں کی گواہی حدود، نکاح اور طلاق میں جائز نہیں ہے۔ ختم شد''

اور ''تلخيص الحبير''میں ہے :

''حديث الزهري : مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم والخليفتين من بعده أن لا تقبل شهادة النساء في الحدود۔ روي عن مالك عن عقيل عن الزهري بهذا، وزاد : '' ولا في النكاح ولا في الطلاق'' ولا يصح عن مالك، ورواه أبو يوسف في كتاب الخراج عن الحجاج عن الزهري به، ومن هذا الوجه أخرجه ابن أبي شيبة عن حفص بن غياث عن حجاج به'' انتهى (تلخيص الحبير ۴/ ۴۹۴)

''زہری کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دونوں خلفا کی سنت گزر چکی ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ روایت بیان کی گئی ہے مالک کے واسطے سے، انھوں نے عقیل کے واسطے سے، انھوں نے زہری کے واسطے سے۔ اس میں اتنی زیادتی ہے کہ اور نہ نکاح میں اور نہ طلاق میں۔ مالک کے واسطے سے یہ درست نہیں ہے۔ ابو یوسف نے کتاب الخراج میں حجاج کے واسطے سے انھوں نے زہری کے واسطے سے یہ روایت بیان کی ہے اور اسی طریق سے ابن ابی شیبہ نے حفص بن غیاث کے واسطے سے اور انھوں نے حجاج کے واسطے سے اس کی تخریج کی ہے۔ ختم شد''

’’وأخرج ابن أبي شيبة: نا عيسى بن يونس عن الأوزاعي عن الزهري: مضت السنة بأنه يجوز شهادة النساء فيما لا يطلع عليه غيرهن، ورواه عبدالرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب قال: مضت السنة أن تجوز شهادة النساء فيما لا يطلع عليه غيرهن من ولادات النساء وعيوبهن‘‘ (مصدر سابق)
انتهى، وهكذا في نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية للزيلعي، والدراية للحافظ ابن حجر رحمه الله۔

’’اور ابن ابی شیبہ نے تخریج کی ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس نے بتایا، انھوں نے اوزاعی کے واسطے سے اور انھوں نے زہری کے واسطے سے کہ یہ سنت رائج ہے کہ عورتوں کی گواہی ان امور میں جائز ہے جن امور میں کہ ان کے علاوہ کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ عبدالرزاق نے روایت کیا ہے ابن جریج کے واسطے سے اور انھوں نے ابن شہاب کے واسطے سے، انھوں نے کہا کہ یہ طریقہ جاری ہے کہ عورتوں کی گواہی ان امور میں جائز ہوگی جن میں ان کے علاوہ کوئی شخص جان کاری حاصل نہیں کرسکتا، جیسے عورتوں کی ولادت اور ان کے عیوب۔ اسی طرح سے زیلعی کی ’’نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الھدایۃ‘‘ اور حافظ ابن حجر کی ’’الدرایۃ‘‘ میں ہے۔‘‘

مگر یہ روایتِ زہری مرسل ہے، قابل حجت نہیں۔ اور لفظ ’’ولا فی النکاح ولا فی الطلاق‘‘ کا من طریق مالک محفوظ نہیں ہے اور حجاج بن ارطاۃ راوی مدلس ہے، بلکہ کتاب الخراج لابی یوسف القاضی ومصنف ابن ابی شیبۃ وعبدالرزاق میں جملہ ’’ولا فی النکاح‘‘ کا نہیں ہے۔

وأخرج الإمام الشافعي في مسنده: ’’أخبرنا الثقة عن ابن جريج عن عبدالرزاق بن القاسم عن أبيه قال: كانت عائشة رضي الله عنها يخطب إليها المرأة من أهلها فتشهد، فإذا بقيت عقدة النكاح قالت لبعض أهلها: زوج، فإن المرأة لا تلي عقدة النكاح‘‘ انتهى (مسند الشافعي، ص: ۳۵۹) اصل کتاب میں مذکور حدیث کی سند میں ’’عبدالرزاق بن القاسم‘‘ کے بجائے ’’عبدالرحمن بن القاسم‘‘ ہے اور یہی درست ہے۔

’’اور امام شافعی نے اپنی مسند میں تخریج کیا ہے: انھوں نے کہا کہ ہمیں ثقہ راوی نے ابن جریج کے واسطے سے بتایا، انھوں نے عبدالرزاق بن قاسم کے واسطے سے اور انھوں نے اپنے والد سے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ کے پاس ان کے خاندان کی کسی عورت کے لیے پیغام نکاح لایا جاتا تو وہ حاضر ہوتیں اور جب نکاح کا عقد باقی رہ جاتا تو گھر والوں کو کہتیں کہ اس کا نکاح کردو، کیونکہ عورت نکاح نہیں کراسکتی۔ ختم شد‘‘

اس روایت میں امام شافعی کے شیخ کا نام مذکور نہیں ہے، پس علی قاعدہ المحدثین سند اس کی صحیح نہیں ہوئی۔ اور قطع نظر حکم عام قرآن شریف کی تخصیص کے لیے حدیث صحیح مرفوع چاہیے، نہ اثر موقوف صحابہ۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورت کی شہادت نکاح میں جائز ہے، پس ایک مرد و دو عورت کی گواہی نکاح میں درست ہوگی اور یہ مسلک از روئے دلیل کے قوی ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ (البقرۃ: ۲۸۲)

’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اپنے میں سے دو دو گواہ رکھ لو، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنھیں تم گواہوں میں سے پسند کرلو۔‘‘

اور صحیح بخاری بخاری وغیرہ میں ہے:

’’عن أبي سعيد قال: قال النبي ﷺ: أليس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل؟ قلن: بلى، قال: فذلك من نقصان عقلها۔‘‘ (صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۵۱۵) صحيح مسلم، رقم الحديث ۷۹، ۸۰)

’’ابو سعید کے واسطے کہ انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف نہیں ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ کیوں نہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: یہی اس کی عقل کا نقصان ہے۔‘‘

پس آیہ کریمہ وحدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ دو عورتوں کی شہادت قائم مقام ایک شہادت کے ہے۔ پس یہ حکم عام جمیع احکام شرعی میں جاری ہوگا من غیر تخصیص فی فرد دون فرد اور اس عام کی تخصیص کے لیے صریح سنت مرفوع چاہیے۔ اور وہ جو روایت مسند امام شافعی کی ہے:

''أخبرنا مالک عن ابن الزبیر قال: أتی عمر رضی اللہ عنہ بنکاح لم یشھد علیہ إلا رجل وامرأۃ، فقال: ھذا نکاح السر أجیزہ؟'' انتھی (مسند الشافعی ۱ ۲۹۱)

''ہمیں بتایا مالک نے ابن زبیر کے واسطے سے، انھوں نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کو ایک نکاح کی بابت بتایا گیا جس میں ایک مرد اور ایک عورت گواہ تھے تو انھوں نے کہا کہ یہ مخفی نکاح ہے، اس کی میں کیسے اجازت دوں؟''

پس یہ انکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس سبب سے ہوا کہ اس نکاح کا گواہ صرف ایک مرد تھا اور ایک عورت تھی، حالانکہ اگر ایک مرد موجود تھا تو پھر بجائے دوسرے مرد کے دو عورتوں کا ہونا تھا۔

اور ہدایہ میں ہے:

'' ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاھدین حرین عاقلین بالغین مسلمین، رجلین، أو رجل وامرأتین، ولا یشترط وصف الذکورۃ، حتی ینعقد بحضور رجل وامرأتین، وفیہ خلاف الشافعی'' انتھی (الھدایۃ للمرغینانی، ص: ۱۸۵)

''اور مسلمانوں کا نکاح منعقد نہیں مگر دو عاقل، بالغ، مسلم، مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے ساتھ۔ اس میں مرد ہونے کی شرط نہیں ہے، یہاں تک کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی حاضری سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا اور اس میں شافعی کا اختلاف ہے۔ ختم شد''

پس حاصل کلام یہ ہے کہ اگر اس عورت کا باپ بلاوجہ شرعی باعث فسق اپنے اس عورت کو نکاح سے روکتا ہے اور مانع از نکاح ہے اور وہ عورت خواہش مند نکاح کرنے کی ہے اور دوسرا اولی بعید بھی اس کا نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ بھی مانع از نکاح ہے، تو اس صورت میں مطابق مذہب ائمہ کرام کے وہ عورت اپنے نکاح کا ولی بنا کر نکاح کرے، وہ نکاح صحیح ہوگا۔ اور بنا بر مذہب صحیح اور دلیل قوی کے دو عورت اور ایک مرد کی گواہی کافی ہوگی۔ مگر خروجاً عن الخلاف اگر دو مرد کو گواہ مقرر کر لے تو بہتر ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مجموعہ مقالات، وفتاویٰ

صفحہ نمبر 205

محدث فتویٰ